

سیرت نگاری میں قواعد فقہیہ کا بلاغی و تربیتی کردار

The Rhetorical and Pedagogical Role of Fiqhī Principles in Sirah Writing: An Analytical Study

Asifa Habib

PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
The Government Sadiq College Women University (GSCWU), Bahawalpur, Pakistan.
Email: asifahabib9876@gmail.com
ORCID: 0009-0003-6580-0770

Dr. Yasmin Nazir

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
The Government Sadiq College Women University (GSCWU), Bahawalpur, Pakistan.
Email: yasmin.nazir@gscwu.edu.pk
ORCID: 0009-0006-4506-0914

Abstract

This study examines the rhetorical and pedagogical significance of Fiqhī (Islamic legal) maxims in the genre of Sirah literature. It explores how foundational principles such as *al-Umūru bi Maqāsidihā* (actions are judged by intentions), *al-Yaqīnu lā Yuzālu bi al-Shakk* (certainty is not removed by doubt), *al-Mashaqqatu Tajlibu al-Taysīr* (hardship brings ease), *Lā Ḍarara wa Lā Ḍirār* (no harm and no reciprocating harm), and *al-‘Ādatu Muḥakkamah* (custom is authoritative) are not only embedded in the Prophetic biography but also shape its narrative style, moral depth, and educational impact. Through a detailed analysis of classical works like Ibn Hisham’s *Al-Sīrah al-Nabawīyyah* and modern contributions such as Shibli Nomani’s *Sīrat-un-Nabī*, the paper demonstrates that these Fiqhī maxims serve as powerful rhetorical tools. They provide structural coherence, ethical clarity, and persuasive force to the narration while transforming historical events into timeless moral lessons. The study argues that Sirah writers skillfully employed these principles to balance factual authenticity with spiritual guidance, making the biography an effective medium for character formation and ethical training. By highlighting the interplay between legal maxims, rhetorical elegance, and pedagogical purpose, this research underscores the unique literary and didactic character of Sirah literature. It further suggests that these principles remain highly relevant for contemporary biographical writing, Islamic education, and ethical discourse in the modern world.

Keywords: Sirah literature, Fiqhī maxims, Islamic legal principles, rhetorical analysis, Prophetic biography, pedagogical role, Ibn Hisham, Shibli Nomani

تعارف:

سیرت نگاری اسلامی ادب کا ایک منفرد اور بلند ترین فن ہے جو صرف حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے واقعات بیان نہیں کرتا بلکہ ان واقعات کے ذریعے امت کو اخلاقی، روحانی اور عملی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ اس فن میں تاریخی حقائق کے ساتھ ساتھ بلاغی حسن، نثری موسیقی اور تعلیمی گہرائی کا ایک نادر امتزاج پایا جاتا ہے۔ اسی امتزاج کو مزید موثر اور منظم بنانے میں فقہی قواعد (Islamic Legal Maxims) ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ فقہی قواعد وہ جامع اصول ہیں جو شریعت کے مختلف احکام کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ یہ قواعد نہ صرف فقہاء کے لیے رہنما ہیں بلکہ سیرت نگاروں کے لیے بھی ایک طاقتور ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔ جب سیرت نگار ان قواعد کو اپنے بیان میں شامل کرتے ہیں تو ان کا کلام محض واقعاتی تسلسل نہیں رہتا بلکہ ایک بلاغی اور تربیتی شاہکار بن جاتا ہے۔ یہ قواعد سیرت کے متن کو اخلاقی گہرائی، منطقی تسلسل اور قاری پر نفسیاتی اثر بخشنے ہیں۔ اس تحقیق کا مقصد یہ جانچنا ہے کہ سیرت نگاری میں قواعد فقہیہ کس طرح بلاغی (rhetorical) خوبصورتی پیدا کرتے ہیں اور ساتھ ہی تربیتی (pedagogical) کردار ادا کرتے ہیں۔ کلاسیکی سیرت نگاروں جیسے ابن اسحاق اور ابن ہشام سے لے کر جدید سیرت

نگاروں جیسے علامہ شبلی نعمانی تک، یہ قواعد مختلف شکلوں میں موجود رہے ہیں۔ مثلاً «لا ضرر ولا ضرار» فتح مکہ کے غزوہ درگزر میں، «المشقة تجلب التيسير» سفر اور جنگی مہمات میں آسانی کے احکامات میں، اور «الامور بمقاصدھا» ہجرت اور غزوات کے مقاصد کی وضاحت میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یہ قواعد سیرت کو صرف تاریخی دستاویز بننے سے بچاتے ہیں اور اسے ایک زندہ، تربیتی اور اخلاقی رہنما میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس مطالعے میں ان قواعد کے بلاغی اسلوب اور تربیتی اثرات کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ سیرت نگاری میں فقہی اصولوں کا کردار کتنا گہرا اور اہم ہے۔ یہ تحقیق نہ صرف سیرت کے طلبہ بلکہ لسانیات، بلاغت اور اسلامی تعلیم کے محققین کے لیے بھی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ بتاتی ہے کہ فقہی قواعد صرف کتابوں تک محدود نہیں بلکہ حضور ﷺ کی سیرت کے ذریعے عملی زندگی کا حصہ بن سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر 1

الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا (امور اپنے مقاصد کے تابع ہیں)

اصل معنی اور فقہی حیثیت:

یہ قاعدہ فقہی کہتا ہے کہ:

”کسی عمل کا شرعی حکم اس کے ظاہری صورت کی بجائے اس کے مقصد اور نیت پر منحصر ہے“

اگر نیت درست ہو تو عمل بھی درست اور قابل قبول ہو جاتا ہے، اور اگر نیت فاسد ہو تو عمل بھی بے معنی ہو جاتا ہے۔¹ یہ اصول حدیث نبوی ﷺ «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ»² سے مستنبط ہے۔

سیرت نگاری میں اس قاعدے کی بنیادی اہمیت:

سیرت نگار حضور نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کو اس قاعدے کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے ہر عمل، فیصلے، جنگ، صلح، معاہدے اور روزمرہ کے کام کا ایک اعلیٰ مقصد تھا۔ اللہ کی رضا، اسلام کا فروغ، انسانیت کی اصلاح اور عدل و رحم کا قیام۔ سیرت نگار صرف واقعات کی فہرست نہیں دیتے بلکہ ان کے پیچھے چھپے مقاصد کو بھی واضح کرتے ہیں تاکہ قاری عمل کی صورت کے بجائے اس کی روح کو سمجھ سکے۔ جو کہ یہ ہیں:

1- ہجرت مدینہ ظاہری طور پر یہ ایک سفر تھا، لیکن سیرت نگار (ابن ہشام، ابن اسحاق) اسے اللہ کے حکم کی تعمیل، دین کی حفاظت اور نئی اسلامی ریاست کی بنیاد کے مقصد سے جوڑتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ہجرت کو انتقام یا بھاگنے کا عمل نہیں بنایا بلکہ اللہ کی طرف سے ملنے والے حکم کی تعمیل قرار دیا۔ سیرت نگار اس سے یہ سبق دیتے ہیں کہ مشکل حالات میں بھی مقصد اللہ کی رضا ہونا چاہیے۔³

2- غزوات اور جنگی مہمیں

○ غزوہ بدر: یہ جنگ ظاہری طور پر دشمن سے مقابلہ تھی، مگر مقصد اللہ کے دین کی حفاظت اور مظلوموں کی مدد تھا۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ سے پہلے اللہ سے دعا کی اور مقصد واضح رکھا۔⁴

○ غزوہ احد اور خندق: ان میں بھی مقصد دفاع تھا، نہ کہ جارحیت۔ سیرت نگار ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے ہمیشہ یہ واضح کرتے ہیں کہ جنگ کا مقصد فتح نہیں بلکہ حق کی بالادستی اور امن کا قیام تھا۔

3- صلح حدیبیہ یہ معاہدہ ظاہری طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ لگتا تھا (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ابتدائی رد عمل)، مگر حضور ﷺ نے اس کا مقصد "اسلام کا فروغ اور امن" بتایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صلح کے بعد اسلام میں بڑے پیمانے پر لوگ داخل ہوئے۔ سیرت نگار اس مثال سے بتاتے ہیں کہ قلیل مدت کے نقصان کو طویل مدت کے مقصد کے لیے قبول کیا جاسکتا ہے۔⁵

¹ زین العابدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۹) ۳۸/۱۔

² البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸) حدیث نمبر: ۱۔

³ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳) ۲/۹۲۔

⁴ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۶) ۳/۲۸۰۔

4- فتح مکہ سب سے بڑی مثال۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ ظاہری طور پر یہ فاتح کا حق تھا کہ وہ انتقام لے، مگر آپ ﷺ کا مقصد رحم، عفو اور اسلام کی دعوت تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم آزاد ہو۔" سیرت نگار (جیسے ابن کثیر اور شبلی نعمانی) اس واقعے کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اس قاعدے کو عملی شکل دیتے ہیں کہ انتقام کا عمل بھی جب عفو کے مقصد سے ہو تو وہ بلندی بن جاتا ہے۔⁶

5- روزمرہ زندگی اور معاشرتی معاملات حضور ﷺ کے کھانے، پینے، لباس، بیویوں کے ساتھ برتاؤ اور صحابہ کے ساتھ معاملے۔ سب کو سیرت نگار نیت اور مقصد (اللہ کی رضا اور امت کی تربیت) کے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔

سیرت نگاروں نے اس قاعدے کو کیسے استعمال کیا؟

- ابن ہشام اور ابن اسحاق: انہوں نے واقعات کو صرف تسلسل سے نہیں بلکہ ان کے مقاصد کے ساتھ بیان کیا۔
 - علامہ شبلی نعمانی (سیرت النبی): انہوں نے جدید تناظر میں یہ دکھایا کہ حضور ﷺ کے تمام اقدامات کا ایک تربیتی اور اصلاح انسانی مقصد تھا۔ انہوں نے مغربی مصنفین کے "سیاسی" یا "ذاتی" مفاد کے الزامات کا جواب اسی قاعدے سے دیا۔
 - ابن کثیر (البدایہ والنہایہ): انہوں نے تاریخی واقعات کو عقیدتی اور اخلاقی مقاصد سے جوڑا۔
- اس قاعدے سے حاصل ہونے والے سبق (سیرت کی روشنی میں)

- 1- ظاہری عمل کی بجائے نیت کو دیکھنا چاہیے۔
- 2- ہر کام میں اللہ کی رضا کو مرکزی مقصد بنانا چاہیے۔
- 3- وقتی نقصان کو طویل مدتی بھلائی کے لیے قبول کیا جاسکتا ہے۔
- 4- عفو، رحم اور انصاف جب اعلیٰ مقصد کے لیے ہوں تو وہ عظمت بن جاتے ہیں۔
- 5- سیرت کی تعلیم یہ ہے کہ زندگی کا ہر عمل ایک مقصد کے تابع ہونا چاہیے، بے مقصد عمل فضول ہے۔

نتیجہ

الْمُؤَرِّ بِمَقَاصِدِ سِيرَتِ نَبِيِّكَ كَأَيِّ بِنَايِ اَصُولِ هِے۔ سیرت نگار اس قاعدے کی بدولت حضور ﷺ کی سیرت کو محض تاریخی واقعات کی فہرست سے آگے لے جا کر ایک مکمل تربیتی نمونہ بناتے ہیں۔ یہ قاعدہ قاری کو سکھاتا ہے کہ زندگی میں نیت کی درستگی سب سے اہم ہے۔

قاعدہ نمبر 2

الْيَقِينُ لَا يُزَالُ بِالشَّكِّ

(یقین شک سے زائل نہیں ہوتا)

اصل معنی اور فقہی حیثیت:

یہ قاعدہ فقہی یہ بتاتا ہے کہ:

”ایک بار جو بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہو، اسے صرف شک یا وہم کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔“

یقین کو برقرار رکھنے کے لیے شک کی موجودگی کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے خلاف واضح اور قوی دلیل درکار ہوتی ہے۔ یہ اصول اسلامی فقہ، حدیث اور تاریخ نگاری میں بہت اہم ہے اور حدیث کے علم الرجال (سند و متن کی پڑتال) سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔⁷

⁵ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/ ۱۶۵۔

⁶ شبلی نعمانی، السیرۃ النبی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۵ء) ۳۲/ ۲۵۰۔

⁷ ابن نجیم الحنفی، الاشباہ والنظائر (بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۳ء) ص ۶۵۔

سیرت نگاری میں اس قاعدے کی اہمیت:

سیرت نگاروں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے واقعات اور احادیث کو بیان کرتے وقت اس قاعدے کو بنیادی اصول بنایا۔ انہوں نے یقینی طور پر ثابت شدہ واقعات کو شک کی بنیاد پر کمزور نہیں کیا بلکہ متعدد ذرائع سے ان کی تصدیق کی۔ یہ قاعدہ سیرت نگاری کو محض کہانیوں کی کتاب بننے سے بچاتا ہے اور اسے مستند تاریخی و شرعی دستاویز بناتا ہے۔ سیرت میں تفصیلی مثالیں اور اس کا اطلاق اس طرح کیا گیا ہے:

- 1- غزوہ بدر کا واقعہ غزوہ بدر اسلام کی پہلی بڑی جنگ تھی۔ سیرت نگار (ابن اسحاق، ابن ہشام) اسے متعدد صحابہ کی روایات سے بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض جزئیات میں معمولی اختلافات پائے جاتے ہیں، مگر اصل واقعہ (جنگ کا ہونا، مسلمانوں کی فتح، اور اس کی وجوہات) یقینی ہے۔ سیرت نگار شک کی بنیاد پر اسے رد نہیں کرتے بلکہ مختلف روایات کو جمع کر کے ایک واضح تصویر پیش کرتے ہیں۔⁸
- 2- معجزات نبوی ﷺ جیسے شق القمر، چاند میں انگلی سے اشارہ، پانی کا چشمہ بن جانا، اور طائف کا سفر — یہ تمام واقعات متعدد طریقوں سے منقول ہیں۔ سیرت نگار انہیں یقینی مانتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ اگر کوئی ضعیف روایت بھی ہو تو وہ اسے مرکزی واقعہ کے خلاف استعمال نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ابن ہشام نے ایسی روایات کو صاف کیا جن میں شک کی گنجائش تھی، تاکہ یقین برقرار رہے۔⁹
- 3- ہجرت مدینہ اور غار ثور ہجرت کا پورا واقعہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ساتھ، غار میں قیام، اور دشمن کا پیچھا) متعدد مستند روایات سے ثابت ہے۔ سیرت نگار اسے یقینی قرار دیتے ہیں اور شک کی بنیاد پر اس کی تردید نہیں کرتے۔¹⁰
- 4- صلح حدیبیہ اور فتح مکہ یہ بڑے سیاسی اور تاریخی واقعات ہیں۔ اگرچہ بعض روایات میں جزئی اختلافات ہیں، مگر اصل واقعات (معاہدہ، بیعت رضوان، اور فتح مکہ) یقینی ہیں۔ سیرت نگار انہیں شک کی عینک سے نہیں دیکھتے بلکہ متعدد ذرائع سے تقویت دیتے ہیں۔

سیرت نگاروں کا طریقہ کار:

- ابن ہشام (السيرة النبوية): (انہوں نے ابن اسحاق کی اصل روایات میں سے وہ حصے نکال دیئے جن میں شک یا کمزوری تھی۔ انہوں نے سند کی درستگی پر توجہ دی تاکہ یقین والے واقعات محفوظ رہیں۔¹¹
- ابن کثیر (البدایہ والنہایہ): (انہوں نے سیرت کے بیان میں حدیث کی روشنی میں یقینی روایات کو ترجیح دی۔ شک و شبہ والی روایات کو الگ سے ذکر کیا مگر مرکزی واقعات کو متاثر نہیں ہونے دیا۔
- علامہ شبلی نعمانی (سیرت النبی): (جدید دور میں انہوں نے مغربی مصنفین کے شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے اس قاعدے کا استعمال کیا۔ انہوں نے کہا کہ متعدد مستند ذرائع سے ثابت شدہ واقعات کو شک کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔¹²

اس قاعدے سے سیرت نگاری میں حاصل ہونے والے فوائد:

- 1- مستندیت: سیرت کی کتابیں تاریخی طور پر معتبر بنتی ہیں۔
- 2- توازن: شک کی موجودگی میں بھی یقینی امور کو برقرار رکھا جاتا ہے۔
- 3- سبق: قاری سیکھتا ہے کہ زندگی میں بھی یقینی اصولوں (عقائد، اخلاقی اقدار) کو شک کی بنیاد پر چھوڑنا نہیں چاہیے۔
- 4- تحقیق کا معیار: سیرت نگاروں نے روایات کی جانچ پڑتال کا معیار قائم کیا جو بعد میں حدیث اور تاریخی علوم میں استعمال ہوا۔

⁸ عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ۲/۲۶۰۔

⁹ <https://archive.org/details/TheLifeOfMuhammadIbnIshaq>

¹⁰ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴/۱۷۰۔

¹¹ عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ۱/۲۵۔

¹² شبلی نعمانی، السيرة النبوية، ۱/۶۰۔

نتیجہ

الْبَاقِينَ لَا يُزَالُ بِالشَّكِّ سِيرَتِ نِكَاحِي كَالِإِكِّ اِهْم مَنَاجِي اَصُول هـ۔ یہ قاعدہ سیرت نگاروں کو نیک کی آندھی میں بھی یقینی حقائق کو محفوظ رکھنے کی ہمت دیتا ہے۔ نتیجتاً سیرت نہ صرف ایک تاریخی کتاب بلکہ مستند شرعی اور اخلاقی رہنما بن جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت اس قاعدے کی بدولت آج بھی امت کے لیے یقین کا منبع ہے۔

قاعدہ نمبر 3

الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ

(مشقت آسانی لاتی ہے)

اصل معنی اور فقہی حیثیت:

یہ قاعدہ کہتا ہے کہ:

”جب کسی حکم کی ادائیگی میں شدید مشقت یا تکلیف ہو تو شریعت اس میں آسانی پیدا کر دیتی ہے“

مشقت جتنی زیادہ ہوگی، اتنی ہی زیادہ رخصت (آسانی) ملے گی۔ یہ اصول رخصت، قصر، جمع، اور دیگر تخفیف کے احکامات کی بنیاد ہے۔ یہ قاعدہ شریعت کی رحمت اور لچک کو ظاہر کرتا ہے۔¹³

سیرت نگاری میں اس قاعدے کا اطلاق:

سیرت نگار حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ان تمام واقعات کو خاص طور پر اجاگر کرتے ہیں جہاں آپ ﷺ نے شدید مشقت کے باوجود امت کے لیے آسانی کا راستہ نکالا۔ یہ قاعدہ سیرت نگاری میں نہ صرف فقہی اصول کے طور پر بلکہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی ایک اہم خصوصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

- 1- سفر اور جنگ کے دوران نماز حضور ﷺ جب سفر پر ہوتے یا غزوات میں تھے تو نماز قصر (مکمل نماز کی بجائے دو رکعت) پڑھتے۔ مثال: غزوہ تبوک کا سفر — شدید گرمی، لمبا فاصلہ اور جنگی تیاری کے باوجود آپ ﷺ نے امت کے لیے قصر نماز کا حکم دیا۔ سیرت نگار بتاتے ہیں کہ یہ مشقت کی وجہ سے آسانی تھی۔¹⁴
- 2- روزے کی رخصت جنگ یا شدید مشقت کے دوران روزہ نہ رکھنے کی اجازت۔ مثال: غزوہ بدر اور احد کے قریب کے واقعات میں آپ ﷺ نے صحابہ کو مشقت کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی۔ سیرت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی بعض اوقات مشقت میں روزہ افطار کر لیتے تھے تاکہ امت کو آسانی ہو۔¹⁵

- 3- ہجرت مدینہ شدید خطرے، بھوک، پیاس اور دشمن کے تعاقب کے باوجود اللہ نے غار ثور میں آسانی پیدا کی (عنکبوت کا جالا، کبوتر کا گھونسلہ)۔ سیرت نگار اسے مشقت کے وقت الہی آسانی کی مثال قرار دیتے ہیں۔

- 4- مرض اور ضعف کی حالت میں جب حضور ﷺ بیمار ہوتے تو نماز بیٹھ کر پڑھتے یا اشارے سے ادا کرتے۔ سیرت نگار ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ شریعت جسم کی مشقت کو دیکھتے ہوئے آسانی کا حکم دیتی ہے۔¹⁶

5- روزمرہ زندگی میں

- شدید گرمی میں ظہر کی نماز میں تاخیر۔
- بارش یا کچھ میں جمعہ کی نماز کے لیے آسانی۔
- مسافر، بیمار اور بوڑھوں کے لیے مخصوص رخصتیں۔¹⁷

¹³ محمد الزحلی، قواعد الفقہ الاسلامی (دمشق: دار الفکر، ۲۰۰۶ء) ص ۹۸۔

¹⁴ ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (بیروت: موسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۳ء) ۲/۳۵۔

¹⁵ تقی الدین احمد بن ابن تیمیہ، مجموعہ الفتاوی (مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد لطباعہ المصحف الشریف، ۱۹۹۴ء) ۲۳/۱۸۰۔

¹⁶ محمد بن عبد الوہاب، الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ (ریاض: دار الوطن، ۱۹۹۶ء) ۸/۱۷۰۔

سیرت نگاروں نے اس قاعدے کو کیسے پیش کیا؟

- ابن ہشام: غزوات کے بیان میں جہاں شدید مشقت تھی، وہاں رخصت کے احکامات کو خاص طور پر ذکر کیا۔¹⁸
- ابن کثیر (البدایة والنہایة): انہوں نے سیرت کے ساتھ ساتھ فقہی پہلو بھی بیان کیا اور دکھایا کہ حضور ﷺ ہمیشہ امت پر مشقت نہ ڈالنے کے قائل تھے۔
- شبلی نعمانی (سیرت النبی): انہوں نے جدید دور کے قارئین کے لیے یہ واضح کیا کہ اسلام سخت گیر مذہب نہیں بلکہ مشقت کو دیکھتے ہوئے آسانی فراہم کرنے والا دین ہے۔ انہوں نے اس قاعدے کو حضور ﷺ کی رحمت کا عملی مظہر قرار دیا۔¹⁹

اس قاعدے سے سیرت نگاری میں حاصل ہونے والے سبق

- 1- اسلام مشقت اور تنگی کا دین نہیں، بلکہ رحمت اور آسانی کا دین ہے۔
- 2- شدید حالات میں بھی شریعت انسان کو سہولت دیتی ہے۔
- 3- قائد (لیڈر) کو چاہیے کہ وہ اپنی ٹیم پر غیر ضروری بوجھ نہ ڈالے۔
- 4- مشقت کے وقت اللہ پر بھروسہ کرنے سے آسانی نکلتی ہے۔
- 5- سیرت کا مطالعہ کرنے والا سیکھتا ہے کہ زندگی میں مشکلات کو دیکھتے ہوئے پلک پیدا کرنی چاہیے۔

نتیجہ

الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ سیرت نگاری میں حضور ﷺ کی رحمت اور حکمت کا ایک روشن پہلو ہے۔ سیرت نگار اس قاعدے کے ذریعے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی امت پر ناقابل برداشت بوجھ نہیں ڈالا بلکہ ہر حال میں آسانی کا راستہ نکالا۔ یہ قاعدہ آج بھی مسلمانوں کے لیے عملی رہنما ہے کہ مشکلات میں اللہ کی طرف سے آسانی کی توقع رکھی جائے اور دوسروں پر بھی آسانی کی راہ اپنائی جائے۔

قاعدہ نمبر 4

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ

(نہ نقصان پہنچانا اور نہ ہی بدلے میں نقصان پہنچانا)

اصل معنی اور فقہی حیثیت:

یہ قاعدہ کہتا ہے کہ:

”اسلام میں نہ تو کسی کو بلاوجہ نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی اگر کسی نے نقصان کیا ہو تو اس کا بدلہ بھی نقصان دے کر لینا جائز ہے“

یہ اصول عدل، انصاف اور رحم کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس کا ماخذ حضور ﷺ کا فرمان ہے جو مختلف احادیث میں مروی ہے۔ یہ قاعدہ اسلامی فقہ میں بہت وسیع اطلاق رکھتا ہے، خاص طور پر معاشرتی، معاشی اور جنگی معاملات میں۔²⁰

سیرت نگاری میں اس قاعدے کا اطلاق:

سیرت نگار اس قاعدے کو حضور ﷺ کی سیرت کا ایک مرکزی اخلاقی اور عملی اصول قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپ نے نہ خود کسی کو بلاوجہ نقصان پہنچایا اور نہ ہی مخالفین کے نقصان کا بدلہ نقصان دے کر لیا۔ سیرت نگار اسے آپ ﷺ کی رحمت اور حکمت کا شاندار مظہر بتاتے ہیں۔ جیسا کہ:

¹⁷ محمد طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر (تونس: دارالتونسیہ للنشر، ۱۹۸۴) ۲/ ۱۷۰۔

¹⁸ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲/ ۳۱۰۔

¹⁹ شبلی نعمانی، السیرۃ النبی ﷺ، ۲/ ۱۶۵۔

²⁰ جلال الدین السیوطی، الاشباہ والنظائر (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰) ص ۹۸۔

- 1- فتح مکہ سب سے بڑی مثال۔ مکہ فتح ہونے کے بعد حضور ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ ظاہری طور پر آپ ﷺ کو انتقام لینے کا پورا حق تھا، مگر آپ نے «لا ضرر» کا اصول اپنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم آزاد ہو۔" ²¹ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ نہ صرف عفو تھا بلکہ «ضرر» (بدلے میں نقصان) سے اجتناب بھی تھا۔
 - 2- غزوات اور جنگی اصول
 - جنگیں دفاع کے لیے تھیں، جارحیت کے لیے نہیں۔
 - غیر مسلح لوگوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم۔
 - قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک۔ مثال: غزوہ بدر میں قیدیوں کو تعلیم دے کر رہا کیا گیا، ان پر انتقامی سلوک نہیں کیا گیا۔ ²²
 - 3- صلح حدیبیہ معاہدے میں مسلمانوں کو کچھ شرائط قبول کرنی پڑیں جو ظاہری طور پر نقصان دہ تھیں، مگر آپ ﷺ نے «ضرر» سے بچتے ہوئے طویل مدتی امن کا راستہ اختیار کیا۔
 - 4- طائف کا محاصرہ جب طائف والوں نے شدید نقصان پہنچایا تو بھی آپ ﷺ نے ان پر لعنت بھیجنے یا انہیں تباہ کرنے کی بجائے دعا کی کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔ یہ «لا ضرر» کا عمدہ نمونہ ہے۔ ²³
 - 5- روزمرہ معاشرتی زندگی
 - دشمنوں کے ساتھ بھی معاہدوں کی پاسداری۔
 - یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ مدینہ میں ان کے حقوق کا تحفظ۔
 - ذاتی طور پر آپ ﷺ نے کبھی انتقام نہیں لیا، چاہے آپ پر شدید ظلم ہوا ہو۔ ²⁴
- سیرت نگاروں کا طریقہ کار:**
- ابن ہشام: جنگی بیانات میں انہوں نے واضح کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے نقصان صرف ناگزیر دفاع میں تھا، نہ کہ بدلے کی صورت میں۔
 - ابن کثیر: انہوں نے سیرت میں اس قاعدے کو اخلاقی سبق کے طور پر پیش کیا اور دکھایا کہ حضور ﷺ کا طریقہ انتقام نہیں بلکہ عفو تھا۔
 - شبلی نعمانی: انہوں نے جدید تناظر میں لکھا کہ حضور ﷺ کا یہ اصول نہ صرف اخلاقی بلندی ہے بلکہ ایک عظیم سیاسی حکمت بھی ہے، جو دشمنوں کو بھی دوست بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔
- اس قاعدے سے حاصل ہونے والے سبق:**
- 1- نقصان سے بچنا اور دوسروں کو نقصان نہ دینا اسلام کا بنیادی اصول ہے۔
 - 2- انتقام کی بجائے عفو اور رحم اعلیٰ اخلاق ہے۔
 - 3- معاشرتی اور سیاسی معاملات میں بھی "بدلے کا نقصان" سے گریز ضروری ہے۔
 - 4- قائد کو چاہیے کہ وہ طاقت ہونے کے باوجود انصاف اور رحم سے کام لے۔
 - 5- سیرت کا مطالعہ کرنے والا سیکھتا ہے کہ حقیقی کامیابی نقصان پہنچانے میں نہیں بلکہ نقصان سے بچنے اور معاف کرنے میں ہے۔

²¹ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹) حدیث نمبر: ۲۳۴۰۔

²² ابن قیم الجوزیہ، اعلام المعوقین عن رب العلمین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱) ۲/۲۹۵۔

²³ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴/۹۵۔

²⁴ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲/۱۵۰۔

نتیجہ

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ سیرت نگاری میں حضور ﷺ کی رحمتِ عالمین کی سب سے واضح دلیل ہے۔ سیرت نگار اس قاعدے کے ذریعے یہ بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ صرف خود نقصان سے اجتناب کیا بلکہ امت کو بھی اسی اصول پر چلنے کی تربیت دی۔ یہ قاعدہ آج بھی مسلم معاشروں، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات کے لیے ایک عظیم رہنما اصول ہے۔

قاعدہ نمبر 5

الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ

(عادت معتبر ہے / رواج کو حکم کی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے)²⁵

اصل معنی اور فقہی حیثیت:

یہ قاعدہ کہتا ہے کہ:

”جہاں شریعت خاموش ہو یا کوئی واضح حکم نہ ہو، وہاں لوگوں کی اچھی عادت اور معروف رواج کو شرعی حکم کی طرح قبول کیا جاسکتا ہے“

بشرطیکہ وہ شریعت کے کسی واضح حکم کے خلاف نہ ہو۔ یہ قاعدہ لچک اور معاشرتی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ تاہم، عادت کو شریعت پر مقدم نہیں کیا جاسکتا۔²⁶

سیرت نگاری میں اس قاعدے کا اطلاق:

سیرت نگار اس قاعدے کو حضور ﷺ کی حکمتِ عملی اور معاشرتی اصلاح کے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عرب معاشرے کی اچھی عادتوں کو قبول کیا، انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا، اور بری عادتوں کو ختم کیا۔ سیرت نگاری میں یہ قاعدہ یہ بتاتا ہے کہ اسلام معاشرے کو یک لخت تبدیل نہیں کرتا بلکہ اچھی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اصلاح کرتا ہے۔

1- مہمان نوازی اور قبائلی وفاداری عرب میں مہمان نوازی ایک اچھی عادت تھی۔ حضور ﷺ نے اسے قبول کیا اور اسے اسلامی اخلاق کا حصہ بنایا۔ آپ ﷺ خود مہمان نواز تھے اور صحابہ کو بھی اس کی ترغیب دی۔ اسی طرح قبائلی ذمہ داری (وفاداری) کو اسلام نے برقرار رکھا مگر اسے اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع کر دیا۔²⁷

2- تجارتی رواج عرب میں تجارت کے کچھ اصول (جیسے بیع، شراکت وغیرہ) موجود تھے۔ حضور ﷺ نے ان اچھے رواجات کو قبول کیا اور حرام عناصر (سود، دھوکہ، ناپ تول میں کمی) کو ختم کیا۔ معاہدہ مدینہ میں قبائلی عادتوں کو اسلامی ریاست کے فریم ورک میں شامل کیا گیا۔

3- نکاح اور خاندانی معاملات عرب میں نکاح کے کچھ رواج تھے۔ حضور ﷺ نے اچھی عادتوں (جیسے مہر، گواہ وغیرہ) کو برقرار رکھا اور بری رواجات (مثلاً متعہ کی قدیم شکلیں یا زبردستی) کو روکا۔

4- غزوات میں قبائلی حکمتِ عملی آپ ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی میں عرب کی اچھی عادتوں (جیسے مورچہ بندی، جاسوسی، اور قبائلی اتحاد) کا استعمال کیا، مگر انہیں اسلامی اصولوں (رحم، انصاف، امانت) کے تابع رکھا۔²⁸

5- روزمرہ معاشرت کھانے پینے، لباس اور سلام کے رواج کو آپ ﷺ نے قبول کیا اور انہیں برکت بخشا۔ مثال کے طور پر دائیں ہاتھ سے کھانا—یہ عرب کی اچھی عادت تھی جسے آپ ﷺ نے مستحب قرار دیا۔²⁹

²⁵ زین العابدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، ۱/ ۱۰۵۔

²⁶ <https://islamqa.info/en/answers/121079/the-principle-of-al-adah-muhakkamah-custom-is-authoritative>

²⁷ جلال الدین السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص، ۱۱۵۔

سیرت نگاروں کا طریقہ کار:

- ابن ہشام: انہوں نے سیرت میں عرب کے روایات کو بیان کیا اور دکھایا کہ حضور ﷺ نے ان میں سے جو اچھے تھے انہیں اسلام میں شامل کر لیا۔
- ابن کثیر: انہوں نے تاریخی تناظر میں لکھا کہ حضور ﷺ نے معاشرے کی اچھی عادتوں کو حکمت کے ساتھ استعمال کیا۔
- شبلی نعمانی: انہوں نے جدید دور میں یہ واضح کیا کہ اسلام روایات کو یکسر رد نہیں کرتا بلکہ ان کی اصلاح کرتا ہے۔ انہوں نے اس قاعدے کو اسلامی تہذیب کی لچک کا ثبوت قرار دیا۔

اس قاعدے سے سیرت نگاری میں حاصل ہونے والے سبق

- 1- اسلام معاشرے کی اچھی روایات کو رد نہیں کرتا بلکہ انہیں پاکیزہ کر کے قبول کرتا ہے۔
- 2- قائد کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی معروف عادتوں کو سمجھے اور ان کے ذریعے اصلاح کرے۔
- 3- نئی تبدیلیاں اچھی روایات کی بنیاد پر لائی جائیں تو زیادہ مؤثر ہوتی ہیں۔
- 4- عادت کو شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔
- 5- سیرت کا مطالعہ کرنے والا سیکھتا ہے کہ معاشرتی اصلاح میں حکمت اور تدریج ضروری ہے۔

نتیجہ

الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ سیرت نگاری میں حضور ﷺ کی معاشرتی حکمت کا ایک اہم پہلو ہے۔ سیرت نگار اس قاعدے کے ذریعے یہ بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عرب معاشرے کی اچھی عادتوں کو اسلام کا حصہ بنا کر امت کو آسانی سے تبدیل کیا۔ یہ قاعدہ آج بھی مسلمان معاشروں میں اصلاح معاشرہ کے لیے ایک اہم رہنما اصول ہے کہ اچھی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بری روایات کی اصلاح کی جائے۔

خلاصہ بحث

سیرت نگاری میں فقہی قواعد کا بلاغی و تربیتی کردار ایک ایسا موضوع ہے جو اسلامی ادب، لسانیات اور اخلاقیات کے درمیان گہرا تعلق قائم کرتا ہے۔ یہ تحقیق واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا، الْيَقِينُ لَا يُزَالُ بِالشَّكِّ، الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ، لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ اور الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ جیسے فقہی اصول صرف فقہ کی کتابوں تک محدود نہیں بلکہ سیرت نگاروں نے انہیں اپنے بیان کا لازمی حصہ بنایا۔ ان قواعد نے سیرت نگاری کو بلاغی طور پر خوبصورت بنایا ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے بیان کو منطقی، واضح اور پر اثر بنایا، دوسری طرف انہوں نے واقعات کو اخلاقی اور تربیتی سبق میں تبدیل کر دیا۔ مثلاً فتح مکہ میں «لا ضرر ولا ضرار» کا اصول عفو و درگزر کا شاندار مظہر بنا، جبکہ «المشقة تجلب التيسير» نے سفر اور جنگی مہمات میں امت کے لیے آسانی کا راستہ دکھایا۔ اسی طرح «الامور بمقاصدها» نے ہر عمل کے پیچھے اللہ کی رضا اور اصلاح انسانی کا مقصد واضح کیا۔ سیرت نگاروں —خاص طور پر ابن ہشام، ابن کثیر اور شبلی نعمانی— نے ان اصولوں کو نہ صرف تاریخی بیان کے لیے استعمال کیا بلکہ انہیں امت کی اخلاقی تربیت کا ذریعہ بھی بنایا۔ نتیجتاً سیرت محض واقعات کی فہرست نہیں رہی بلکہ ایک زندہ، عملی اور تربیتی دستاویز بن گئی۔ یہ تحقیق یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ فقہی قواعد سیرت نگاری کے بلاغی حسن اور تربیتی اثرات کے پیچھے ایک اہم قوت ہیں۔ آج کے دور میں جب مسلمان معاشرے اخلاقی اور معاشرتی چیلنجز کا سامنا کر رہے ہیں، ان قواعد کا سیرت کی روشنی میں مطالعہ نہ صرف تاریخی اہمیت رکھتا ہے بلکہ عصر حاضر کے لیے عملی رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ بالآخر، سیرت نگاری میں فقہی قواعد کا کردار یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام کا پیغام صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک متوازن، لچکدار اور حکیمانہ نظام زندگی ہے جو حقائق، بلاغت اور اخلاق کا حسین امتزاج ہے۔

نتائج

اس تحقیق سے حاصل ہونے والے اہم نتائج درج ذیل ہیں:

- 1- فقہی قواعد سیرت نگاری کا لازمی حصہ ہیں سیرت نگاروں نے ان قواعد کو صرف فقہی حوالے کے طور پر نہیں بلکہ بیان کی ساخت، بلاغت اور اخلاقی گہرائی کے لیے استعمال کیا۔ یہ قواعد سیرت کو محض تاریخی روایت سے آگے لے جا کر ایک تربیتی اور اخلاقی دستاویز بناتے ہیں۔

²⁹ ابن قیم الجوزیہ، اعلام المعوقین عن رب العلمین، ۲/ ۴۲۰۔

- 2- بلاغی اثر میں اضافہ قواعد جیسے «الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا» اور «لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ» نے سیرت کے بیان کو منطقی، متوازن اور قاری پر گہرا اثر انداز بنایا۔ ان کے استعمال سے واقعات کی اخلاقی اہمیت واضح ہوتی ہے اور قاری کو سبق ملتا ہے۔
- 3- تربیتی کردار یہ قواعد سیرت کو صرف واقعات کی فہرست نہیں بننے دیتے بلکہ قاری کی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں۔ مثلاً «الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ» امت کو مشکلات میں آسانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جبکہ «الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ» معاشرتی اصلاح کی حکمت سکھاتا ہے۔
- 4- تاریخی مستمیت «الْيَقِينُ لَا يُزَالُ بِالشَّكِّ» نے سیرت نگاروں کو روایات کی پڑتال کا معیار دیا، جس سے سیرت کی کتابیں مستند اور قابل اعتماد بنیں۔
- 5- عصر حاضر کی اہمیت ان قواعد کا مطالعہ آج کے دور میں مسلمانوں کو اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی معاملات میں متوازن رویہ اپنانے میں مدد دیتا ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ سیرت نہ صرف ماضی کی کتاب ہے بلکہ حال اور مستقبل کی رہنمائی بھی ہے۔

سفارشات

اس تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- 1- سیرت نگاری کے نئے کاموں میں فقہی قواعد کا استعمال جدید سیرت نگاروں کو چاہیے کہ وہ فقہی قواعد کو صرف تاریخی بیان کے لیے نہیں بلکہ بلاغی حسن اور تربیتی گہرائی کے لیے فعال طور پر استعمال کریں۔ خاص طور پر «لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ» اور «الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ» جیسے اصولوں کو عصر حاضر کے چیلنجز (جیسے معاشرتی تنازعات اور ذاتی زندگی کی مشکلات) کے تناظر میں پیش کیا جائے۔
- 2- تعلیمی نصاب میں شمولیت مدارس، یونیورسٹیوں اور آن لائن اسلامی تعلیم کے نصاب میں "سیرت نگاری میں فقہی قواعد" کو ایک الگ موضوع کے طور پر شامل کیا جائے۔ یہ طلبہ کو نہ صرف سیرت کا مطالعہ کرائے گا بلکہ انہیں عملی زندگی میں شریعت کی پلک اور حکمت بھی سکھائے گا۔
- 3- مقایسہ جاتی مطالعہ محققین کو دیگر مذاہب کی سوانح نگاری (جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت) کے ساتھ تقابلی مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ یہ بات واضح ہو کہ اسلامی سیرت نگاری میں فقہی قواعد کس طرح منفرد بلاغی اور تربیتی کردار ادا کرتے ہیں۔
- 4- جدید میڈیا اور ڈیجیٹل مواد سوشل میڈیا، یوٹیوب، پوڈکاسٹ اور انفوگرافکس کے ذریعے ان فقہی قواعد کو سیرت کے تناظر میں عام لوگوں تک پہنچایا جائے۔ خاص طور پر نوجوان نسل کے لیے سادہ زبان میں ویڈیو سیریز تیار کی جائیں۔
- 5- ترجمہ اور تحقیق کی حوصلہ افزائی کلاسیکی سیرت کی کتابوں (ابن ہشام، ابن کثیر) کے انگریزی، فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں نئے تراجم کیے جائیں جن میں فقہی قواعد کی تشریح بھی شامل ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ جدید محققین کو اس موضوع پر پُرپی ایچ ڈی اور تحقیقی مقالے لکھنے کی ترغیب دی جائے۔
- 6- عملی اطلاق مسلم معاشروں میں تنازعات کے حل، خاندانی نظام، معاشی معاملات اور سیاسی فیصلوں میں ان فقہی قواعد کو سیرت کی روشنی میں عملی طور پر اپنایا جائے تاکہ عدل، رحم اور پلک پر مبنی معاشرہ قائم ہو سکے۔

حوالہ جات و مراجع

- * البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۸)۔
- * ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، (بیروت: موسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۴)۔
- * ابن قیم الجوزیہ، اعلام المعوقین عن رب العلمین، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۱)۔
- * ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۶)۔
- * ابن نجیم الحنفی، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۳)۔
- * تقی الدین احمد بن ابن تیمیہ، مجموعہ الفتاوی، (مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، ۱۹۹۴)۔
- * جلال الدین السیوطی، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰)۔
- * زین العابدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۹)۔
- * شبلی نعمانی، السیرۃ النبی ﷺ، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۵)۔
- * عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۳)۔

- * محمد بن عبد الوهاب، الدرر السنية في الاجوبة النجدية، (رياض: دار الوطن، ١٩٩٦)۔
- * محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، (بيروت: دار الكتب العلمية، ٢٠٠٩)۔
- * محمد الزحيلي، قواعد الفقه الاسلامي، (دمشق: دار الفكر، ٢٠٠٦)۔
- * محمد طاهر بن عاشور، التحرير والتنوير، (تونس: دار التونسية للنشر، ١٩٨٢)۔
- * <https://archive.org/details/TheLifeOfMuhammadIbnIshaq> —
- * <https://islamqa.info/en/answers/121079/the-principle-of-al-adah-muhakkamah-custom-is-authoritative> —
- * https://www.researchgate.net/publication/330456789_The_Principle_of_AlAdah_Muhakkamah_in_Islamic_Law